نے برباد و تباہ کر دیا۔ اِن تمام بربادیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی خاندان کے افراد تک کو کس مپرسی کی حالت میں زندگی گذارنی پڑی۔

اورنگ زیب کا جانشین بہادر شاہ اپنی فیاضی کے لئے مشہور تھا۔[1] اُس نے سلطنت کی مالی حالت اور بھی زیادہ تباہ کر دی۔ اُس کے بعد جہان دار شاہ نے اپنی عیاشی میں بے دریغ دولت لٹائی اُس نے اپنی محبوبہ لعل کنور کو دو کروڑ روپے سالانہ جیب خرچ کے لئے دیا جبکہ اُس کی تمام ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری بادشاہ پر تھی، دربار میں اس قدر جشن منائے جاتے اور محفلیں سجتی تھیں اور اُن ایام میں کثرت سے چراغاں ہوتا تھا کہ دہلی میں تیل اور روغن کمیاب ہو گیا تھا۔ اور تیل کا نرخ بڑھ گیا تھا۔ گیہوں سات سیر فی روپیہ بکنے لگا۔[2]

فرخ سیر تخت پر بیٹھا تو اُسے گھوڑوں کے پالنے کا شوق تھا۔ ہزاروں گھوڑے اس کے اصطبل میں بے کار بندھے رہتے تھے اور ہزاروں روپے روزانہ اُن پر صرف ہوتا تھا۔[3]

محمد شاہ بادشاہ بھی عیش دوست اور فضول خرچ تھا۔ اور ملک کی کُل آمدنی سال کے آخر تک خرچ کر لیتا تھا۔[4] محمد شاہ کے زمانہ تک اِن سب باتوں کے باوجود حالات ناگفتہ بہ ہوئے تھے۔ اسی گرے ہوئے اقتصادی نظام پر نادر شاہ کا حملہ ہوا اور جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، وہ کثیر دولت ہندوستان سے باہر لے گیا۔ اس کے بعد شاہی خزانہ اور امیروں کے مکان دولت سے خالی ہو گئے۔[5] اور شاہی کارخانہ جات تباہ و برباد ہو گئے۔[6]

احمد شاہ بادشاہ (۱۷۴۸ء، ۱۷۵۴ء) کے زمانے میں شاہی خزانے کی یہ حالت تھی کہ چھتیس چھتیس مہینوں تک محلات کے ملازمین اور سپاہیوں کو تنخواہیں نہ ملتی تھیں، ایک مرتبہ احمد شاہ کو مجبور

---

[1] لیٹر مغلس۔ ج ۱۔ ص ۱۳۹، تواریخ ممالک ہندوستان (قلمی) ص ۱۲۳ (ب) خافی خان ج ۲۔ ۵۷۸، ۶۳۰، ۶۰۷، ۶۴۶، تذکرۃ الملوک، ص ب ۱۱۷ - ۱۱۷ (الف) [2] لیٹر مغلس ج ۱ ص ۱۹۴ [3] لیٹر مغلس ج ۱ ص ۳۹۷ [4] Ibid, PP. 36-37 Fall of the Mughal Empire نیز تاریخ شاکر خانی ص ۳۷
[5] تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی) ص ۱۹، لیٹر مغلس۔ ج ۲۔ ص ۳۷۰ - ۳۷۱۔ [6] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ تاریخ محمد شاہی ص ب ۱۶۰ تا الف ۱۸۳۔

ہو کر تمام کوٹھوں، سلاح خانوں، فراش خانوں، باورچی خانوں کے برتنوں، کتب خانہ اور نقار خانہ کی چیزوں کو فروخت کر کے سپاہ کی تنخواہیں ادا کرنی پڑیں[۱] شاہی وقار اتنا گر چکا تھا کہ مہاجن اور ساہوکار بھی قرض دینے کو تیار نہ ہوتے تھے، اُس زمانے میں شہزادوں کو تین تین دن کے فاقے کرنے پڑتے تھے[۲] سودا نے اپنے شہر آشوب میں سپاہیوں کی زبوں حالی کا یوں ذکر کیا ہے:-

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی — تنخواہ کا پھر عالمِ بالا پہ نشاں ہے
گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے
ثابت ہو جو دگا تو نہیں موزوں میں کچھ حال — تیر دوں میں ہے پر گیری تو بے چلّہ کماں ہے
کہتا ہے نفر غرہ کو اصراف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا فاقہ سے میاں ہے
یہ سُن کے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ — شوال بھی پھر ماہِ مبارک رمضاں ہے
اِس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے — تنخواہ کا بیٹنا اس شکل سے یاں ہے[۳]

میر نے "مخمس در حال لشکر" میں شاہی لشکر کی اقتصادی زبوں حالی اور سپاہ کی تنگدستی کا دلدوز انداز میں نقشہ پیش کیا ہے:-

مشکل اپنی ہوئی جو بود و باش — آئے لشکر میں ہم برائے تلاش
آن کے دیکھی یاں کی طرفہ معاش — ہے لبِ نان پہ سو جگہ پرخراش
نے دم آب ہے نہ چمچہ آش

مرنے کے مرتبے میں ہیں احباب — جو شناسا ملا سو بے اسباب
تنگدستی سے سب بحال خراب — جس کے ہے پال تو نہیں ہے طناب
جس کے ہے فرش تو نہیں فراش[۴]

---

[۱] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۳۶ [۲] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۳۷-

[۳] Fall of the Mughal Empire II, P 36-37 کلیاتِ سودا (نول کشور) ص ۱۵۰

نیز ملاحظہ ہو، دیوان حسرت (قلمی رام پور) ص ب ۱۳۳، الف ۱۳۴- [۴] کلیاتِ میر (نول کشور لکھنؤ ۱۹۴۱ء) ص ۹۵۲

ہیں سپاہی سو بھوکے مرتے ہیں لوہو پی پی کے زیست کرتے ہیں
ایک تلوار بیچے ہے ایک ڈھال [1]

"مخمس در ہجو لشکر" میں میر نے ذیل کا نقشہ پیش کیا ہے:-

جس کسو کو خدا کرے گمراہ آوے لشکر میں رکھ اُمیدِ رفاہ
یاں نہ کوئی وزیر ہے نے شاہ جس کو دیکھو سو ہے بحالِ تباہ
طرفہ مردم ہوئے اکٹھے آہ

چاہیئے جس کے یاں وہ روتا ہے یاکہ چوبدار سوتا ہے
جو مقدر ہے سو تو ہوتا ہے کون وقتِ عزیز کھوتا ہے
میں تو تھکو کوں نہ ایسوں پر واللہ

فوج میں جس کو دیکھو سو ہے اُداس بھوکھ سے عقل گم نہیں ہیں حواس
بیچ کھایا ہے سب نے ساز ولباس چیتھڑوں بن نہیں کسو کے پاس
یعنی حاضر یراق ہیں گے سپاہ

خاک اُڑتی ہے صبح سے تا شام شام سے صبح تک ہے فکرِ طعام
رحم کی جا ہے حال تنگ انام ایک دو ہوں تو لوں کسو کا نام
سیکڑوں کے نہیں جگر میں آہ

مفلسی سے رہا ہے کس میں حال خورش و خواب ہیں گے خواب وخیال
چار دن عمر کے ہوئے ہیں وبال زندگی اپنے طور پر ہے محال
مرگ ملتی نہیں ہے خاطر خواہ

جاؤ کرنے تلاش جس کے گھر پہونچنا اُس تلک بہت دوبھر
راہ مطلق نہیں نکلتی ادھر باعثِ صد فساد و شور و شر
دس تلنگے ہیں در پہ بے گہ وگاہ

[1] کلیات میر ص ۹۵۷ (نولکشور)

نقرۂ فاقہ کی ہر طرف ہے دھوم　　دو تلنگے جہاں ہیں واں ہے ہجوم
لشکر اک ہے خرابہ مردم بوم　　زندگی کرنے کی طرح معلوم
کہ رہے جوں خدا ہی ہے آگاہ [۱]

سلاطین اور شاہی خاندان کا حال

مچا رکھی ہے سلاطینوں نے یہ توبہ دھاڑ　　کوئی تو گھر سے نکل آئے ہیں گریباں پھاڑ
کوئی درا پنے پہ آوے مارتا ہے کواڑ　　کوئی کہے جو ہم ایسے ہیں چھاء ہیگی پہاڑ
تو چاہیئے کہ ہمیں سب کو زہر دیجئے گھول [۲]

اُس کے اوپر ہے شہ تماشائی　　اور چاہے ہے خرچ بالائی
ہر طرف پھیلی ہے یہ رسوائی　　کل چنانچہ ہمیں نظر آئی
لال خیمے کے گرد دو سہ پال

دینے کا ہو کہیں ٹھکانا بھی　　جود کو چاہیئے زمانہ بھی
یاں نہیں شہ کے گھر میں دانا بھی　　کبھو ہوتا ہے پینا کھانا بھی
ورنہ بھوکے رہے ہیں بیٹھے نڈھال [۳]

شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ میں شاہی خزانے کی ایسی ابتری تھی کہ آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی نے اس کے مزاج میں "نازیبا کفایت شعاری اور شاہانہ حسن طلب" بھی پیدا کر دیا تھا، ایک بار یہ واقعہ پیش آیا کہ شاہی نقارچیوں نے حسب الحکم کوچ کا نقارہ بجا دیا۔ پٹیل کے اصرار پر بادشاہ نے سفر ملتوی کر دیا۔ نقارچیوں نے حسب دستور سوا سو روپے "تاوانی انعام" کے طلب کئے، بقول فراقی اُس "سلطنت بخش" بادشاہ نے سوا روپیہ باکراہ دیا۔ اور اُن کے شور و غل اور واویلا پر فرمایا کہ۔ "یہ بھی ہماری ہمت تھی کہ صدای طبل پر ببیں[۲] آنے بخش دیئے۔ تمہیں یہ بھی کیا بُرے ہیں، جو زیادہ

---

[۱] کلیاتِ میر (نول کشور لکھنؤ ۱۹۴۱ء) ص ۸۰۶ - ۸۰۷　[۲] کلیاتِ سودا۔ ص ۴۷۸
[۳] کلیات میر (نول کشور ۱۹۴۱ء) ص ۹۵۸ -

طلبی کرتے ہو۔"[1]

میر نے لکھا ہے کہ بادشاہ کی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ اس پر آٹھ آنے بھی بھاری تھے۔

آٹھ آنے ہیں شاہ پر بھاری — اُس کی لوگوں نے کی ہے اب خواری
آپ ہے تو یہ ہے گرفتاری — فوج ہے گی تو قحط کی ماری
کیوں نہ جس جا رہے ہیں واں تھا کال[2]

علاوہ ازیں پٹیل نے ایک مرتبہ پوشاک کی چند کشتیاں مرشد زادوں کے لئے بھیجیں، شاہ عالم کی ایک بیٹی بڑی چہیتی تھی۔ اور "میاں صاحب" کے نام سے ملقب تھی، اُن کے مطلب کا کوئی کپڑا اِن میں نہ تھا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے لانے والے کے سامنے فرمایا۔ "چونکہ پٹیل جانتے ہیں کہ ہمیں "میاں صاحب" سے کتنی محبت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے لئے وہ جداگانہ اچھا سا کپڑا بھیجیں گے۔" پٹیل نے ارشاد سُنا۔ تو فوراً اعلیٰ درجے کا کپڑا پیش کر دیا۔[3]

اتنا سب کچھ ہونے پر بھی شاہ عالم نے عیش و عشرت کا دامن نہ چھوڑا، اس بڑھاپے اور اندھے پن میں "عزیزن" نامی ایک معمولی درجے کی کنچنی پر عاشق ہو کر اُسے شرفِ زوجیت سے مشرف فرمایا۔ اور "ملکۂ عالم" کا خطاب دے کر اُن الفاظ کی مٹی پلید کی، وہ بدذات جب روٹھ جاتی اور اُس وقت تک نہ منتی جب تک بادشاہ کو خوب دق اور ذلیل نہ کر لیتی۔ اِس صورت میں بادشاہ اُس کی ہی نہیں بلکہ اُس کے بھائی بندوں کی بھی خوشامد کرتے اور آخر بہزار منت و سماجت اُسے راضی کر کے ہی دم لیتے۔[4]

اکبر ثانی (۱۸۰۶ء۔ ۱۸۳۹ء) کے زمانے میں اس سے بھی زیادہ بدتر حالت تھی۔

---

[1] وقائع عالم شاہی (مرتبہ جناب مولوی امتیاز علی خان عرشی) وقائع ۹۷ [2] کلیات میر (نول کشور ۱۹۴۱ء) ص ۹۵، [3] وقائع عالم شاہی۔ وقائع ۲۲۔ حاتم نے ذیل کے شعر میں شاہِ عالم کی غربت کا ذکر کیا ہے۔

شاہِ عالم گیر کا مصرع ہے حاتم رمزِ عشق
دل میں آتا ہے کہ شاہی میں گدائی کیجئے (دیوان زادہ۔ ص ۲۸۶)

[4] ایضاً وقائع ۱۱۶۔

سر سید احمد خان نے لکھا ہے۔

"اکبر شاہ اگرچہ تخت نشین ہوئے، مگر اخراجات کی تنگی کا وہی عالم تھا جو شاہ عالم کے وقت میں تھا۔ شاہ عالم کے وقت میں اخراجات کی نہایت تنگی تھی، تمام کارخانے ابتر ہو گئے تھے۔[۱] شاہزادوں کو جو قلعے کے نو محلے میں رہتے تھے، ماہواری روپیہ نہیں ملتا تھا اور چھتوں پر چڑھ کر چلاتے تھے کہ بھوکے مرتے ہیں، بھوکے مرتے ہیں"[۲]

پروفیسر اسپیر نے اپنی تصنیف Twilight of the Mughals میں ان مغل شہزادوں کی زبوں حالی اور اُن کے دردناک مصائب کا بڑا پُر درد نقشہ کھینچا ہے۔ اور انھوں نے لکھا ہے کہ اِن شہزادوں کو مرجانے دیا جاتا تھا لیکن کوئی مزدوری یا ملازمت کرنے کی اجازت محض اس وجہ سے نہ دی جاتی تھی کہ یہ کام ان کے شایانِ شان نہ تھا، اُن کے حالات جانوروں سے بدتر تھے۔[۳]

مصحفی نے لکھا ہے:۔

گَل جائے زباں میری کروں ہجو گر اُن کی ❊ یہ تنگ معاشی کا سلاطین کے بیان ہے
اے مصحفی اس کا کروں مذکور کہاں تک ❊ صاف تو یہ گلشنِ دہلی میں خزاں ہے[۴]

امراء کی اخلاقی حالت اس عہد کے امراء میں عیش و عشرت اور فضول خرچی جزوِ فطرت بن گئی تھی۔

میر تقی میر نے لکھا ہے:۔

لعل خیمہ جو ہے سپہر اساس ❊ پا لیں ہیں رنڈیوں کی اس کے پاس
ہے زنا و شراب بے وسواس ❊ رعب کریئے یہیں سے قیاس
قصہ کوتاہ رئیس ہیں عیاش[۵]

۱؎ سرکاری کارخانہ جات کی ابتری کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ تاریخ محمد شاہی (قلمی) ص الف ۱۶۱ تا الف ۱۸۳

۲؎ سیرت فریدیہ۔ ص ۲۴ - ۲۵ ۳؎ Twilight of the Mughal, PP 62-63

۴؎ دیوان مصحفی (مرتبہ حسرت موہانی) ص ۶۶

۵؎ کلیاتِ میر (نول کشور ۱۹۴۱ء) ص ۹۵۲

ولیم ہوجیج کا بیان ہے کہ جب سلطنتِ مغلیہ اپنے اقتدار اور تسلط کے شباب پر تھی تو درباری امراء کا خصوصاً اور دوسرے امیروں کا عموماً یہ شغل تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں حسین و جمیل عورتیں ملک کے مختلف علاقوں سے اور خاص طور پر کشمیر کے علاقے سے منگوا کر اپنے حرم میں داخل کر لیتے تھے[۱]

قطب الملک عبداللہ خان عیش و عشرت کا بہت دلدادہ تھا۔ اور دن رات جنسی لذّتوں میں مشغول رہتا تھا۔ اُس نے بے شمار عورتیں اپنے حرم میں جمع کر رکھی تھیں، خافی خان کا بیان ہے۔

"ازاں کہ سید عبداللہ خان بمحبت زنان و عشرت نساء نہایت رغبت داشت۔ بروایت مشہور دو سہ زن حور لقا از جملہ محرمان حرم بادشاہی پسند نمودہ بتصرف خود درآورد۔ ہرچند کہ از زیادتی حرص و خواہش شہوت رانی قریب ہفتاد و ہشتاد زن خوش ادائے حور مثال فراہم آوردہ با آنہا نرد می باخت۔"[۲]

شاہ جہاں آباد کے امیروں کے متعلق طبا طبائیؒ نے لکھا ہے کہ :۔

"در شاہ جہاں آباد نا اہل بطور امرا بہ نگہداشتنِ نسوان و خریدنِ دختران کلاونت و قوالان و نکاح بازی .... اختیار نمودہ"[۳]

قزلباش خان امید روزگار کی تلاش میں ایران سے ہندوستان آیا تھا۔ محمد شاہ کے عہدِ حکومت میں اُسے پنج ہزاری کا منصب عطا ہوا۔ یہ امیر اپنا زیادہ وقت تفریح اور حسینوں کی صحبت اور بات چیت میں صرف کرتا تھا۔[۴] امرد پرستی کی طرف اس کی طبیعت بہت مائل تھی۔ عبدالحیٔ تاباں[۵] "یوسف ثانیٔ عصر" کم سن لڑکوں کو زنانہ لباس میں ملبوس اور زیورات سے مزین کر کے ڈولیوں میں بٹھا کر

---

[۱] Hodges Travel PP 21-22 نیز ملاحظہ ہو سیر المتاخرین (فارسی) ج ۲ ص ۳۹۶، ۴۰۷، ۴۴۷۔ [۲] خافی خان (ج ۲) ص ۸۲۱-۸۲۲۔ [۳] سیر المتاخرین (فارسی) ج ۲۔ ص ۶۶۰۔
[۴] نکات الشعرا۔ ص ۷، تذکرہ الشعراء اُردو ص ۴۶، مخزن نکات ص ۳۱۔ مجموعہ نغز ج ۱۔ ص ۷۱۔
[۵] نکات الشعرا ص ۱۰۸، ۱۰۹، مخزنِ نکات ص ۵۳ تذکرہ ہندی۔ ص ۴۷-۴۸۔

سرِشام قزلباش کے مکان پر بھیجا کرتا تھا اور وہ رات بھر اُن کی صحبت میں گذارتا تھا۔[۱]
خود تاباں کے متعلق مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت حسین تھا۔ اُس کی تصویریں دہلی کے قہوہ خانوں میں لگی ہوئی تھیں۔ مصحفی نے چاندنی چوک کے ایک قہوہ خانے میں اُس کی تصویر دیکھی تھی[۲] ایک بار بادشاہ بھی اُس کے حُسن کا شہرہ سن کر دیکھنے کے مشتاق ہوئے، ہاتھی پر سوار ہو کر گھر سے نکلے اور تاباں کے کوٹھے کے نیچے آ کر پانی پینے کے بہانے سے ہاتھی روکا اور اس کی زیارت کیلئے آگے بڑھے
خان جہاں بہادر کے بھتیجے فدوی خان کا لڑکا اعظم خان اپنی تمام دولت حسین لونڈوں کے مہیا کرنے میں صرف کرتا تھا، درگاہ قلی خان اُس کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس کی طبیعت امارد پسند ہے، اور اس کا مزاج سادہ رویوں کی محبت میں گرفتار، اُس کی جاگیر کی آمدنی اس فرقہ کے اخراجات میں صرف ہوتی ہے۔ جس جگہ سے بھی اُسے کسی حسین لونڈے کے متعلق خبر ملتی ہے۔ اُس کی ہر خواہش پوری کر کے اُسے اپنے جال میں پھانس لیتا ہے، اور جس طرف سے بھی اُسے کسی خوبصورت لڑکے کا پیام ملتا ہے، اُس پر احسانات کا بوجھ ڈال کر اپنے دام میں گرفتار کر لیتا ہے۔ ان میں سے بعض ہاتھی اور گھوڑوں کی سواری پر بڑے تجمّل اور شکوہ سے نکلتے ہیں۔ غرض کہ جہاں کہیں بھی حسین لونڈا نظر پڑے وہ اعظم خان سے ضرور وابستہ ہوگا۔ اس کی تمام زندگی حظِ نفسانی میں گذری"[۳]

شاکر خان جہاندار شاہ کے عہد کے ایک امیر ذوالفقار خان کے متعلق لکھتا ہے:-

"بعیش و عشرت برداشت"[۴]

عبدالغفور، محمد شاہی ایک امیر حد درجہ عیاش تھا، اُس کی ایک امنگ یہ بھی کہ وہ قحبہ زنوں

---

[۱] مجموعہ نغز ج ۱ - ص ۱۳۲ - ۱۳۳ - نیز ملاحظہ ہو - تذکرہ طبقات الشعرا (کریم الدین) ص ۱۶۷ -
[۲] تذکرہ ہندی - ص ۴۸ - [۳] مرقع دہلی ص ۲۷، محتشم خان بہادر کی عیاشی اور اُس کی امرد پرستی کے ذوق کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو - مآثرالامرا (فارسی) ج ۳ ص ۷۹۶ -
[۴] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۱۰۱ -

کی طرز پر ملبوس ہوتا۔ نشے میں مدہوش ہو کر وہ اپنے ٹخنوں میں گھنگرو بندھواتا اور سر پر شال اوڑھ کر اُن کے ساتھ رقص میں شریک ہوتا۔ اس کے مکان کے سامنے سے جب غریب آدمیوں کی عورتوں کی ڈولیاں نکلتیں تو انھیں زبردستی ٹھہرا کر عورتوں کو اُس کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اور اُن میں سے جو پسندِ خاطر ہوتیں، اُنھیں وہاں روک لیا جاتا۔[1]

مرزا منو، عہدِ محمد شاہی کا ایک امیر تھا۔ درگاہ قلی خان نے اُس کی مجلس کا دل چسپ نقشہ پیش کیا ہے :-

"اس کا مکان شدّاد کی بہشت کے مانند تھا۔ اور اُس کے مکان پر پری زادوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ دہلی کے تمام حسین لونڈوں کا اس کی مجلس سے تعلق تھا"[2]

وزیر الممالک کی مجلس یا زدہم کا ذکر کرتے ہوئے، درگاہ قلی خان لکھتا ہے کہ اس کا مکان حسینوں کے مجمع کے سبب سے گلشن آباد تھا۔ جس جگہ بھی کوئی حسین امرد تھا وہ اُس کی مجلس کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ اور حسینوں کی صحبت کے خواہش مند اُس کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ گلاوتوں کے حسین لڑکے ٹولی بنا بنا کر اس کی مجلس میں حاضر ہوتے، ہر مہینے کی گیارھویں تاریخ کو اس کے ہاں اربابِ رقص کا اجتماع ہوتا۔ اور اسی طرح قوال اور نقال بھی حاضر ہوتے تھے۔[3]

حسین علی خان رقص و بادہ نوشی میں اتنی دولت صرف کرتا تھا کہ اس کی آمدنی کفایت نہ کرتی تھی۔[4]

ایک اور محمد شاہی امیر، امین الدولہ امین الدین خان سنبھلی کے متعلق صمصام الدولہ کا بیان ہے کہ :-

"مشغوفِ یار باشی و عیش پرستی بود"[5]

---

[1] لیٹر مغلس ج ۲ ص ۲۶۹ [2] مرقع دہلی ص ۲۹ - ۳۰ - [3] مرقع دہلی ص ۳۳ - ۳۴

[4] مآثر الامرا (فارسی) ج ۱، ص ۳۲۰ [5] مآثر الامرا (فارسی) ج ۱، ص ۳۵۸

اس کی عمر کے آخری زمانے کے متعلق مصنف ہٰذا کا بیان ہے:۔

"در آخرہا امارد پرستی را اعلان و شیوع رسانیدہ - ازیں ہوس پسران سادہ زو و نوخطان چار ابرو فراہم آوردہ در تقطیع و تزئین آنہا توجہ می گماشت - و ہمیں را مصارف ہمت می پنداشت" [1]

وزیر قمر الدین خان، محمد شاہی بھی اپنی زندگی عیش و عشرت اور بادہ نوشی میں بسر کرتا تھا۔[2] عہدِ محمد شاہی کے ایک امیر روشن الدولہ طرہ باز خان نے ایک موقع پر امیر الامرا خاندوراں خان، سر بلند خان اور سید سعادت خان کو دعوت پر بلایا۔ مہمانوں کی تفریح کے لئے رقص و سرود کی مجلس کا انتظام کیا گیا تھا۔ اُس محفل رقص و سرود کے متعلق قاضی مرتضیٰ بلگرامی نے لکھا ہے کہ:۔

"انداز جشنِ طوائفان آں چہ نویسد، گوئی خیل پری بودہ یا حوران بہشتی برائے ربودن ہوش مردم از آسمان فرود آمدہ بودند، و خوبی نغمہ و رقص از تحریر بیرون بودہ" [3]

تواریخ کے صفحات سے اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

---

[1] ماثر الامرا (فارسی) ج ۳ - ص ۷۹۶ [2] سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۲۲

[3] حدیقۃ الاقالیم - ص ۴۵ - عمدۃ الملک امیر خان انجام کی مجلس رقص و سرود کے مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو - دیوان تاباں ص ۲۶۰ - ۲۶۸

اُسوۂ نبوی (حصہ اول)

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر منزل میں سراپا اسوہ اور نمونہ ہے، ہم اپنی زندگی کے جس حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے سبق حاصل کرنا چاہیں گے، ہمیں سبق ملے گا۔ خواہ دکھ اور مظلومی کی زندگی ہو خواہ اقتدار اور مسرت کی۔ اسوۂ نبوی کے اس حصہ میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ پہلو نمایاں کیا گیا ہے جس کا تعلق مصائب اور اذیتوں سے ہے۔ موجودہ دور میں اس ملک کے مسلمان جس دور سے گذر رہے ہیں، اس کتاب کا مطالعہ ان کے لئے خاص طور پر مفید اور سبق آموز ہوگا۔ اپنے رنگ کی بہترین کتاب۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت مجلد تین روپے۔ مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی۔

قسط دوم:-

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

از جناب مولوی سید محمد سیادت صاحب امروہوی فاضل ادب

دنیاوی مراحل کو طے کرنے کے لئے انسان کے لئے صحت کا ہونا نہایت ضروری ہے، اور انسان کی صحت و تندرستی کے لئے ایک ایسی ورزش ضروری ہے کہ جو اس کی صحت و تندرستی کو قائم و برقرار رکھے، نماز انسان کو ورزش کرنے کی بھی عادت ڈالنا سکھاتی ہے، ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ آج کی اس مصروف و مشغول دنیا میں جبکہ ہر انسان اپنی الجھنوں اور دنیاوی مشاغل میں بہت ہی مشغول و مصروف رہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دن بھر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کو ایسی تخیلی مرکزیت حاصل ہو جائے کہ جس میں اس کو کسی اور جگہ کا خیال نہ آئے۔ اور پھر اس کے بعد تازہ دم ہو کر اپنی معیشت کے متعلق سوچ سکے اگر غور کیا جائے تو نماز اس سلسلہ میں بھی بہترین معاون ہے۔ اب اگر موذن منارہ اذان سے حیّ علی الصلوٰۃ کی آواز بلند کرتا ہے اور امر بالمعروف کا فرض انجام دے رہا ہے تو وہ عقل و فطرت کی تکمیل کی دعوت دے رہا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نماز میں جماعت کا حکم اجتماعی اصلاح کی ایک بے مثال سعی ہے تاکہ پانچ وقت ایک محلہ کے رہنے والے آپس میں جمع ہو کر ملیں اور باہم ایک دوسرے کے حالات سے مطلع ہوں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی جماعت کا حکم دیا تاکہ ایک شہر کے لوگ باہم ملاقی ہو سکیں، ایک دوسرے کے درد و غم میں شریک ہوں، اس کے علاوہ سال بھر میں عید کی دو نمازوں کے لئے حکم دیا تاکہ صرف ایک شہر ہی نہیں بلکہ مضافات کے لوگ بھی باہم مل سکیں اور اجتماعی اصلاح کی بہترین

صورت نکل آئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے آسانی سے راستہ صاف ہو جائے۔

روزہ | اسی طرح روزہ کی حقیقت اور فوائد پر نظر ڈالئے، اسلام کی دوسری تعلیم روزہ ہے، اسلام جو کہ مساوات کا حامی اور علمبردار ہے اس کے احکام میں ایک مخصوص حکم روزہ کے متعلق بھی ہے۔ فطرت چاہتی ہے کہ ہر انسان کے اندر صبر وتحمل کا ملکہ کارفرما ہو۔ ہر انسان کے مزاج میں ثبات واستقلال ہو، تمام انسانوں میں ہر ایک کو دوسرے کے درد کے احساس کرنے کا مادّہ ہو۔ روزہ انسان کو صبر وتحمل کا بے بہا جوہر عطا فرماتا ہے، اور انسان کو ثابت قدم اور مستقل مزاج بناتا ہے اور ایک انسان کو دوسرے انسان کے درد دکھ کے احساس کرنے کا مادہ عطا کرتا ہے، اس کے علاوہ روزہ انسان کو متقی و پرہیزگار بھی بناتا ہے اور تقویٰ کی تمرین ومشق کراتا ہے، جو درستی اخلاق کے لئے نہایت ضروری شے ہے۔ "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" "اے لوگو! تم پر روزوں کو اُسی طرح فرض کیا ہے جس طرح ان لوگوں پر روزوں کو فرض کیا تھا جو تم سے قبل تھے۔ شاید کہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ" "رسول اسلام نے فرمایا ہے کہ جب تمہارا روزہ ہو تو چاہیئے کہ تمہاری آنکھ کا بھی روزہ ہو، تمہارے کان کا بھی روزہ ہو، تمہاری ناک کا بھی روزہ ہو، اور تمہارے ہاتھ و پاؤں کا بھی روزہ ہو غرض تمہاری ہر شے کا روزہ ہو"

انسان جب روزہ رکھتا ہے تو تمام دن اپنے نفس پر قابو پائے رہتا ہے۔ صبر وتحمل سے کام لیتا ہے، اور ثبات واستقلال کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اور عزم کو محکم بنائے رہتا ہے۔ روزہ رکھنے کے بعد اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ روزہ میں کیا تکلیف ہوتی ہے اور بھوک وفاقہ کشی انسان کے لئے کس قدر تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے، اس طرح ایک متمول انسان جس کو بھوک اور فاقہ کشی سے کبھی واسطہ پڑا ہی نہ ہو روزہ رکھ کر وہ اپنے غریب اور نادار بھائیوں کی بھوک اور فاقہ کشی کا احساس کر سکتا ہے۔ اور طبی نقطۂ نظر سے بھی سال بھر تک کھانے اور پینے کے بعد ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دنوں کے لئے ایک وقت کھانا نہ کھائے، تاکہ معدہ کے جو افعال متواتر گیارہ ماہ تک کام کرنے سے بگڑ گئے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو کثافتیں اور

ثقیل غذائیں اور غلیظ رطوبتیں معدہ میں جمع ہوگئی ہیں وہ دور ہوجائیں روزہ اس مقصد کی پوری پوری تکمیل کرتا ہے۔ ہو سکتا تھا کہ ہر مسلمان کو یہ حکم ہوتا کہ سال بھر میں تیس روزوں کی تعداد پوری کردو۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور ایک مہینہ مخصوص کردیا گیا۔ یہ محض اس لئے کہ اس سے اجتماعی شان ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی لئے احترام ماہِ رمضان کا حکم دیا گیا تاکہ جماعتی نظام میں فساد پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو روزہ کی ترغیب دیتا ہے تو وہ نہ صرف مذہب کے حکم کی بجا آوری کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ نوعِ انسان کو جو مفاد روزہ سے حاصل ہوسکتے ہیں ان کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

حج نماز، روزہ کی طرح حج بھی ہے۔ یہ اپنے اندر طرح طرح کے تمدنی فوائد مضمر رکھتا ہے۔ فطرت اس بات کی خواہاں ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان میں جو خوبیاں پائے ان کو اپنائے اور برائیوں کو ترک کرتا رہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ ہر جگہ کا تہذیب و تمدن علیحدہ ہوا کرتا ہے، ایک خاندان کا ماحول دوسرے خاندان کے ماحول سے جداگانہ ہوتا ہے، اور ایک شہر کا دوسرے شہر سے، اسی طرح ایک ملک کا دوسرے ملک سے، ایک ہی شہر کا ایک شخص جب دوسرے شخص سے ملاقات کرتا ہے تو وہ اس کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُس شخص کے لئے اس مقام سے تمدنی معلومات کی ابتدا ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ایک شہر کا آدمی دوسرے شہر والے سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے حالات و واقعات سُن کر اپنے علم میں اور اضافہ کرتا ہے، اس طرح انسان دوسرے شہروں کی تہذیب و تمدن سے واقفیت حاصل کرکے اپنی تہذیب و تمدن کی خرابیوں کو دور کرسکتا ہے اور ان کی اچھائیوں کو اپنے یہاں جگہ دے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آس پاس کے شہروں کا تہذیب و تمدن ملتا جلتا ہوتا ہے۔ لیکن ایک ملک کا تہذیب و تمدن دوسرے ملک کے تہذیب و تمدن سے بہت مختلف ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک کی تہذیب و تمدن کے حالات و واقعات سُن کر معلومات میں کافی اضافہ کرسکتا ہے اور اپنی برائیوں کو نکال کر اس ملک کی اچھائیوں کو ان برائیوں کی جگہ دے سکتا ہے۔ لیکن یہ بات جو بالمشافہ ملنے سے حاصل ہوسکتی ہے وہ وہاں کے حالات سُننے سے نہیں ہوسکتی۔ دنیا کے سب انسان بھائی بھائی ہیں اور نوعِ انسانی ایک خاندان ہے۔